اُسی اقبال کی مَیں جُستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مُدّت کے بعد آخر وُہ شاہیں زیرِ دام آیا

اِقبال سے ایک انٹرویو

مُحمّد رفیق چودھری

مکتبہ قرآنیات۔ لاہور

اُسی اقبال کی مَیں جُستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مُدّت کے بعد آخر وُہ شاہیں زیرِ دام آیا

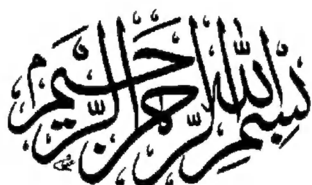
اِقبال سے ایک انٹرویو

مُحمّد رفیق چودھری

مکتبہ قرآنیات۔ لاہور

نام کتاب	اقبال سے ایک انٹرویو
مولف	محمد رفیق چودھری
ناشر	مکتبہ قرآنیات' ای ۲۶' فاروق کالونی' والٹن روڈ' لاہور ۔ فون نمبر ۵۸۱۱۲۹۷
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس' ۴۳۔ نسبت روڈ' لاہور
سال اشاعت	۱۹۹۵ء
قیمت	۹۶ روپے







مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ مَیں ہوں محرمِ رازِ درُونِ میخانہ!
(اقبالؒ)

مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی' نہ خانقاہ میں ہے
(اقبالؒ)



فہرستِ عنوانات

دیباچہ

علامہ اقبال کے ہم عصر فارسی شاعر گرامی جالندھری نے اپنے ایک شعر میں کہا تھا کہ اقبال پیغمبر نہیں ہے لیکن اُس کی شاعری پیغمبری ہے۔

در دیدۂ معنی نگراں حضرتِ اقبال
پیغمبری کرد و پیمبر نتواں گفت

اقبال ایک عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ عظیم اسلامی شاعر ہے۔ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی اور شاعر اس کا ہمسر نہیں جس نے انسانی زندگی کے اتنے گوناگوں مسائل اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اتنی طبع آزمائی کی ہو اور اس کا انداز بھی اتنا موثر، جاندار، بلند آہنگ اور پُرکشش ہو۔

اقبال اُمت کے کارواں کا وہ حُدی خواں ہے جو اپنے شعر کے وسیلے سے ناقۂ بے زمام کو سوئے قطار لانا چاہتا ہے۔ وہ بھٹکے ہوئے آہُو کو سُوئے حرم لے جانا چاہتا ہے اور اپنی شاعری سے پیغامبری کا کام لیتا ہے۔

مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے
انہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

اقبال کو اس کی زندگی ہی میں شہرت و مقبولیت کا بلند مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اُس کے عظیم اور وقیع فکر و فن کو بنظرِ تحسین دیکھا گیا۔ لیکن اس مردِ قلندر نے کمال انکساری اور بے نیازی سے کہا:

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے!

اقبال ہند کے بُت کدے میں اذان دیتا ہے۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

وہ منافقت اور دو رنگی کو چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

اقبال تشکیک اور الحاد سے نفرت کرتا ہے اور ایمان و یقین کو اس گمان آباد ہستی میں روشنی کی قندیل قرار دیتا ہے۔

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی!

اقبال ہند کے غلاموں کو آزادی کا درس دیتا ہے۔ وہ انہیں شاہینی سکھاتا اور خودی و خودشناسی کی تعلیم دیتا ہے۔ جب بڑے بڑے دانشوروں کی

نگاہیں مغربی تہذیب کے آگے خیرہ و مرعوب ہو چکی تھیں' اقبال اس وقت بھی اس تہذیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی مذمت کرتا اور اس پر جارحانہ تنقید کرتا ہے۔

' تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے

وہ خاکِ مدینہ و نجف کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ سمجھتا ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے مری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اقبال ملوکیت' اشتراکیت اور مغربی جمہوریت سے بھی نفرت کرتا ہے اور اسلامی نظامِ خلافت کے قیام کا خواہش مند ہے اور صحیح طور پر ایک "بنیاد پرست" ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلام کا قلب و جگر

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ مَیں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

اقبالؔ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہے اور ہر مسلمان کے لئے قرآنِ مجید کی پیروی لازم قرار دیتا ہے۔

گر تو خواہی اے مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

اقبالؔ کہتا ہے کہ اُس کی شاعری قرآن مجید ہی کی ترجمانی ہے۔

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

اس ضمن میں وہ یہاں تک دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کی شاعری تمامتر قرآن مجید ہی سے ماخوذ و مُستنبط ہے اور اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ثابت نہ ہو تو آخرت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے اور آپؐ کی پابوسی سے محروم رہنے کے لئے بھی تیار ہے۔

گر دلم آئینۂ بے جوہر است
ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
روزِ محشر خوار و رسوا کُن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کُن مرا

الغرض اقبالؔ کی شاعری ہمیں بحیثیت مسلمان جینے کا عزم و حوصلہ عطا کرتی ہے اور زندگی کی گزر گاہوں میں قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اس کتاب میں عام لوگوں کو کلامِ اقبال سے روشناس کرانے کے لئے سوال و جواب کا انداز اپنایا گیا ہے جو کہ تفہیم کا عمدہ طریقہ ہے۔ اس انٹرویو میں قریباً" ۱۰۹ سوالات ہیں۔ ہر سوال ایک مصرعے کی صورت میں کیا گیا ہے اور اس کا جواب اقبالؔ کے اردو کلام سے دیا گیا ہے۔ یہ ایک جامع انٹرویو ہے جو اقبالؔ کی شخصیت اور فکر و فن کے بہت سے گوشوں پر حاوی ہے۔ آخر میں مشکل الفاظ کے معانی کا مفصّل فرہنگ بھی دے دیا گیا ہے۔

مصروفیت کے اِس دور میں جو لوگ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کلامِ اقبال کو جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ ایک مفید کتاب ہے اور امید ہے کہ اقبالیات میں ایک اہم اضافہ ثابت ہو گی۔

والسلام

محمد رفیق چودھری

لاہور' یکم مارچ ۱۹۹۵ء

باب ۱

شخصیت اور فن

(الف) شخصیت

س: محترم! اسم گرامی آپ کا؟

ج: پھر بادِ بہار آئی اقبال غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر گُل ہو، گُل ہے تو گلستاں ہو

س: حضرتِ اقبال صاحب! آپ کا مذہب ہے کیا؟

ج: ہم نشیں! مسلم ہوں میں، توحید کا حامل ہوں میں
اِس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں

س: آپ کا مسکن کہاں ہے، کیا ٹھکانا آپ کا؟

ج: نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانا، ابھی وہی کیفیت ہے اس کی
کہیں سرِ راہ گزار بیٹھا، ستم کشِ انتظار ہو گا

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند

کھول دے گا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو
توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال!
اُڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

س: یہ بتائیں آپ کے آباء تھے کون؟

ج: میں اصل کا خاص سومناتی
آباء مرے لاتی و مناتی

س: یہ بتائیں آپ شاعر ہیں جناب!

ج: شعر کہتا نہیں اقبال کو آتا لیکن
آپ کہتے ہیں سخن ور تو سخن ور ہی سہی

اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

میں شاخ تاک ہوں' میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

پھر بادِ بہار آئی' اقبال غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر گل ہو' گل ہے تو گلستاں ہو

میرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
میرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

س: ابتدائی شعر کوئی آپ کا؟

ج: موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

س: ہے استاد کون آپ کا شاعری میں؟

ج: نسیم و تشنہ ہی اقبال کچھ اس پر نہیں نازاں
مجھے بھی فخر ہے شاگردیٔ داغِ سخن داں پر

جنابِ داغ کی اقبال یہ ساری کرامت ہے
ترے جیسے کو کر ڈالا سخن داں بھی، سخن ور بھی

س: نظم میں ہے آپ کی کوئی کتاب؟

ج: اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

س: آپ کو ہم شاعرِ مشرق بھی کہہ سکتے ہیں کیا؟

ج: تہذیبِ نوی کارگہء شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو

س: بتائیں کہ کیا آپ ہیں فلسفی بھی؟

ج: ہے فلسفہ میرے آب و گل میں
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
اس کی رگ رگ سے باخبر ہے

س: آپ کے شایاں ہے کیا مردِ قلندر کا لقب؟

ج: تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

حلّاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اِک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے

س: کیوں جہاں میں آپ کا ہے احترام؟

ج: اِک صدقِ مقال ہے کہ جس سے
مَیں چشمِ جہاں میں ہوں گرامی

• کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہء مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے

س: کچھ ہو ذکرِ جنابِ میر حسن؟

ج: وہ شمع بارگہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروّت نے نکتہ داں مجھ کو

س: آپ کا ہے کون پیر و رہنما؟

ج: تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف
نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

س: شہری ہیں آپ کیا کسی ملکِ غلام کے؟

ج: ° لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند

س: کیا غنی ہیں آپ یا مردِ فقیر؟

ج: ° مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

غریبی میں ہوں محسودِ امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

ہم نفس میرے سلاطیں کے ندیم
میں فقیرِ بے کلاہ و بے کلیم!

° کہاں سے تُو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

س: رہے ہیں آپ یورپ میں بھی کیا اے شاعرِ مشرق؟

ج: زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
تسکینِ مسافر، نہ سفر میں، نہ حضر میں

کچھ ایسا سکوت کا فسوں ہے
نیکر کا خرام بھی سکوں ہے

آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاؤں
مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ

س: کیا سحر کے وقت اٹھنے کی ہے عادت آپ کی؟

ج: نہ چھین لذتِ آہِ سحر گہی مجھ سے
نہ کر نگاہ سے تغافل کو التفات آمیز

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

س: کس ولی کا آپ نے دیکھا مزار؟

ج: حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی قبر پر
وہ خاک کے ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

س: شب و روز ہیں آپ کے کیسے گزرے؟

ج: اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی

س: آپ ہیں مردِ تن آساں یا جفاکش آدمی؟

ج: دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

س: آپ کے دل میں ہے کوئی آرزو؟

ج: ہ مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اِک چھوٹا سا جھونپڑا ہو
آزاد فکر سے ہوں، عُزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو
لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو
گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو
ہو ہاتھ کا سرہانا، سبزے کا ہو بچھونا
شرمائے جس سے جلوت، خلوت وہ ادا ہو
مانوس اِس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اُس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو
صف باندھے دونوں جانب بُوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر، اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو
آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
پانی کو چھُو رہی ہو جُھک جُھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو
مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو
راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم

اُمّید اُن کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو
بجلی چمک کے اُن کو کُٹیا مری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سُو بادل گھِرا ہوا ہو
پچھلے پہر کی کوئل، وہ صبح کی موذّن
مَیں اُس کا ہم نوا ہوں، وہ میری ہم نوا ہو
کانوں پہ نہ ہو میرے، دیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو
پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو، نالہ مری دعا ہو
اِس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو
ہر درد مند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں، شاید انہیں جگا دے

س: ہو چکا ہے آپ کا کیا انتقال؟

ج: زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی

س: شخصیت ہے آپ کی کیسی جناب؟

ج: ٹھہر سکا نہ کسی خانقاہ میں اقبال
کہ ہے ظریف و خوش اندیشہ و شگفتہ دماغ

(ب) فن

س: کیا نہیں ہے آپ کی نَے میں نوا اسلام کی؟

ج: خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

عجمی خُم ہے تو کیا' مَے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا' لَے تو حجازی ہے مری

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر

کہہ گئے ہیں شاعری جزو یست از پیغمبری
ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش

پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے فرنگ میری نواؤں کی تاب

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

س: کیا کبھی اللہ سے بھی آپ نے شکوہ کیا؟

ج: چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

▪ ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا تو کیا مرا ساقی نہیں ہے
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

• رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

س: آپ کو اس کا دیا تھا کیا جواب اللہ نے؟

ج: • ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

س: جس کو غم کہتے ہیں اس کا فلسفہ کیا ہے جناب؟

ج: • ایک بھی پتّی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں
آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں

نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں
دیدۂ بینا میں داغ غم چراغ سینہ ہے
روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے
حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گردِ ملال
غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انسان کا دل، غم انکشافِ راز ہے
غم نہیں غم، روح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے
شام جس کی آشنائے نالۂ "یا رب" نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے ناآشنا
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا
ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے
کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

س: زندگانی کی حقیقت کیا ہے اے دانائے راز؟

ج: برتر از اندیشہء سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانہء امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی
زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اِک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اِک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی شبنم، کبھی گوہر، کبھی آنسو ہوا

زندگی انساں کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم ، چہچہایا ، اُڑ گیا

س: کیا حقیقت موت کی ہے' مرگ کا ہے راز کیا؟

ج: موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

ء مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اِس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات
ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں
یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی' صبحِ دوامِ زندگی

س: فلسفہ کوشش کا کیا ہے راز محنت کا ہے کیا؟

ج: محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روح اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر

دہقاں اگر نہ ہو تن آساں
ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقاں

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!

س: آپ کی کوئی نمائندہ غزل؟

ج: نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے!
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے!
بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!
فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں کہ روشِ بندہ پروری کیا ہے!
فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!
اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے!
کسے نہیں ہے تمنائے سروری، لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے!
خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!

س: نظم کوئی آپ کی عمدہ سی ہو؟

ج: اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لئے
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو
پاسباں اپنا ہے تو، دیوارِ ہندستاں ہے تو
مطلعِ اول فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تو
سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر
تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن
وادیوں میں ہیں تیری کالی گھٹائیں خیمہ زن
چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن
تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیّال ہے
دامنِ موجِ ہوا جس کے لئے رومال ہے
ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے
تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تُو بھی، جسے
دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے
ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی صورت اُڑا جاتا ہے ابر
جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی
جھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گُل کی کلی

یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی
دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا
آتی ہے ندّی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی
سنگِ رہ سے گاہ بچتی، گاہ ٹکراتی ہوئی
چھیڑتی جا اِس عراقِ دل نشیں کے ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو
لیلٰیٔ شب کھولتی ہے آ کے جب زلفِ رسا
دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
وہ خموشی شام کی جس پر تکلّم ہو فدا
وہ درختوں پر تفکّر کا سماں چھایا ہوا
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر
اے ہمالہ! داستاں اُس وقت کی کوئی سنا
مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن ترا
کچھ بتا اُس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا
داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلف کا نہ تھا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تو

س: ایک اچھی سی رباعی آپ کی؟

ج: جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

س: آپ نے لکھا ہے کوئی مرثیہ؟

ج: اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی!
گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و درد مند
تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند
کس قدر بیباک دل اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد اِک مشتِ خاکستر میں تھا!
موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جز ہنگامۂ فردا نہیں!

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوامِ زندگی

یہ مہر و مہ، یہ ستارے یہ آسمانِ کبود
کسے خبر کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود
خیال جادہ و منزل فسانہ و افسوں
کہ زندگی ہے سراپا رحیلِ بے مقصود
رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعود!
مجھے رلاتی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی
فغانِ مرغِ سحر خواں کو جانتے ہیں سرود
نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارۂ غمِ دوست
نہ کہہ کہ صبر معمّائے موت کی ہے کشود

س: لکھا ہے آپ نے کوئی شعری مکالمہ؟

ج: اک مرغِ سرا نے یہ کہا مرغِ ہوا سے
پُردار اگر تو ہے تو کیا میں نہیں پُردار!

گر تُو ہے ہوا گیر، تو ہوں مَیں بھی ہوا گیر
آزاد اگر تُو ہے نہیں مَیں بھی گرفتار
پرواز، خصوصیتِ ہر صاحبِ پر ہے
کیوں رہتے ہیں مرغانِ ہوا مائلِ پندار؟
مجروح حمیت جو ہوئی مرغ ہوا کی
یوں کہنے لگا سُن کے یہ گفتارِ دل آزاد
کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تو بھی
حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار
واقف نہیں تو ہمتِ مرغانِ ہوا سے
تو خاک نشیمن، انہیں گردوں سے سروکار
تو مرغِ سرائی، خورش از خاک بجوئی
ما در صددِ دانہ بہ انجم زدہ منقار

س: آپ اپنی چند تلمیحات بھی کر دیں بیاں؟

ج: آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی چنگیزی

مجلسِ ملّت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سُلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

س: آپ کے اشعار میں کیوں نازِ محبوبی نہیں؟

ج: حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ بازی کا

مری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی
کہ بانگِ صُورِ سرافیل دل نواز نہیں

مرے ہم صفیر اِسے بھی اثرِ بہار سمجھے
انہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ!

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ!

میرے نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں!
حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیّلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں!
گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رُستخیز کعبہ و سومنات میں!
گاہ میری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہّمات میں!

تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں!

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی!

س: کیا ہمیں ماضی سے بالکل کٹ کے رہنا چاہیے؟

ج: یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

نیں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اَسلاف کا قلب و جگر

پھر وہ شرابِ کہن مجھ کو عطا کر کہ میں
ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبُو

س: آپ کو بھی ہے زمانے سے گِلہ؟

ج: گِلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے
سمجھتا ہے میری محنت کو محنتِ فرہاد

مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے
انہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

س: آپ کے اشعار میں ہوتی ہیں تشبیہات کیا؟

ج: پتّیاں پھُولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح
دستِ طفلِ خُفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

- ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قلب و نظر کی زندگی' دشت میں صبح کا سماں
چشمہء آفتاب سے نُور کی ندّیاں رواں

پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں!

میراث میں آئی ہے انہیں مَسندِ اِرشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن!

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رُو برُو



باب ۲

تصوّرِ کائنات

س: تصوّر کیا ہے حضرت آپ کا دنیا کے بارے میں؟

ج: نہیں اِس کھُلی فضا میں کوئی گوشہء فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے نہ قفس نہ آشیانہ

اوّل و آخر فنا' باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو' منزلِ آخر فنا

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

حقیقت ایک ہے ہر شے کی' خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

زمانہ ایک' حیات ایک' کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصہء جدید و قدیم

علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود
گُل کی پتّی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

س: کہیں ہے وجودِ سکون و قرار؟

ج: ہر شے مسافر' ہر چیز راہی
کیا چاند تارے' کیا مرغ و ماہی

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

س: نکمّی چیز کوئی ہے جہاں میں؟

ج: نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں



باب ۳

اسلامی عقائد و عبادات

س: اسلام کے بارے میں کیا ہے آپ کا ارشاد؟

ج: دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترا دامنِ افلاک نہ چھوٹے

الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن' مرد آزما' مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں' نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
مُنعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل میں انقلاب
پادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں

لفظِ "اسلام" سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے "فقرِ غیور"

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

س: ہے حقیقت کیا یقیں کی، قوتِ ایماں کیا ہے؟

ج: یقیں افراد کا سرمایہء تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پرسوز
نصیبِ مدرسہ' یارب! یہ آبِ آتشناک!

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی!

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

ولایت' پادشاہی' علمِ اشیاء کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اِک نکتہء ایماں کی تفسیریں

یقین مثلِ خلیل آتش نشینی
یقیں اللہ مستی' خود گزینی!

س: توحید کے موضوع پر کچھ گفتگو فرمائیے؟

ج: پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سِکھلائی ہے خُوئے انقلاب؟

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

خودی سے اِس طلسم رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اِس زمانے میں
تو اقبال اُس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

تیری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تُو میرا شوق دیکھ، میرا انتظار دیکھ

تُو ہے محیطِ بے کراں، میں ہوں ذرا سی آ بجو
یا مجھے ہم کنار کر، یا مجھے بے کنار کر!

حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن؟

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقامِ ذکر ہے سبحان ربّی الاعلیٰ

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ!

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لَآ اِلٰہ اِلَّا
لُغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدّعا کیا ہے

یہی دینِ محکم، یہی فتح یاب
کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب!

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

س: اب ذرا کچھ نعتیہ اشعار بھی ارشاد ہوں؟

ج: وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یاسیں، وہی طاہا

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب!
شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب!

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اِس نام سے ہے باقی، آرامِ جاں ہمارا

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں!

اوروں کو دیں "حضور" یہ پیغامِ زندگی
مَیں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

تو اے مولائے یثربؐ! آپؐ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی' مرا ایماں ہے زنّاری

چشمِ اقوام یہ نظارہ اب تک دیکھے
رفعتِ شانِ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ دیکھے

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال!
اُڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے

س: قرآن کا بھی ذکر کریں حضرتِ اقبال؟

ج: قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازی' نہ صاحبِ کشّاف

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

خود بدلتے نہیں' قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
اِن غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر!

س: آپ نے کچھ انبیاء کا ذکر فرمایا ہے کیا؟

ج: بندے کلیم جس کے' پربت جہاں کا سینا
نوح نبیؑ کا آ کر ٹھہرا جہاں سفینا

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

یقیں مثلِ خلیلؑ آتش نشینی
یقیں اللہ مستی، خود گزینی!

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

مِٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اُس کی اذانوں سے فاش، سِرِّ کلیمؑ و خلیلؑ

کنوئیں میں تو نے یوسفؑ کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل جو مطلق تھا مقیّد کر دیا تو نے

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰؑ طلسمِ سامری!

یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

دارالشفا حوالیٔ بطحا میں چاہیے
نبضِ مریض پنجۂ عیسیٰؑ میں چاہیے

قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

س: کن فرشتوں کا کیا ذکر آپ نے؟

ج: نہ کر تقلید اے جبریلؑ میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اَولیٰ

حضورِ حق یہ اسرافیلؑ نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت نہ کر دے برپا

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریلؑ
اگر ہو عشق سے محکم تو صُورِ اسرافیلؑ

س: کچھ کہا ہے آخرت کے بارے میں بھی آپ نے؟

ج: عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اے مسلماں، ہر گھڑی پیش نظر
آیۂ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد رکھ

س: اب عبادت کے حوالے سے بھی کچھ ارشاد ہو؟

ج: اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

س: حق تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے کا کیا فائدہ؟

ج: یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

س: کن صحابہ کا کیا ہے ذکر اپنے شعر میں؟

ج: پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے!
دلِ مرتضیٰؓ ، سوزِ صدیقؓ دے

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالدِؓ جانباز ہے یا حیدرِ کرارؓ

جسے نانِ جویں بخشی ہے تُو نے
اُسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ ، فقرِ بوذرؓ ، صدقِ سلمانیؓ !

نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

یہی شیخ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دَلقِ اویسؒ و چادر زہراؓ

اِک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب
آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے بُوعبیدہؓ رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ ایّوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا

قافلہء حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

س: خانہ کعبہ کے حوالے سے بھی کچھ ارشاد ہو؟

ج: دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

ہوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری
دلِ شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

○☆○☆○

باب ۴
اُمّتِ مُسلمہ

س: ملّتِ بیضا کی حالت پر کریں کچھ تبصرہ؟

ج: میرِ سپاہ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف
آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

جانتا ہوں میں یہ اُمّت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اے لا الٰہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں
سمجھے گا نہ تُو جب تک بے رنگ نہ ہو اِدراک

مَیں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں مُلّا ہوں غازی

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اِس دور کے مُلّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی!

تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت
کہ موافقِ تَدَرْواں نہیں دینِ شاہبازی

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

س: شکوہ ہے آپ کو بھی کیا قحط الرجال کا؟

ج: کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں میں
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

شوقِ بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملّا کے غلام اے ساقی!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

س: کیا مسلمانوں کو باہم ایک ہونا چاہیے؟

ج: ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی' نہ افغانی

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اِس نکتے سے اب تک بے خبر

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

س: اپنی ملت سے ہیں کیا مایوس آپ؟

ج: ؎ نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ!



باب ۵

معیشت

س: اب معیشت کے حوالے سے بھی کچھ فرمایئے؟

ج: اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ترے بلند مناصب کی خیر ہو، یارب!!
کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رَم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے' دل یا شکم؟

مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا



باب ۶

سیاست

س: آپ کی رائے ہے کیا جمہوریت کے باب میں؟

ج: جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن' اندروں چنگیز سے تاریک تر

س: ہے سیاسی قومیت کا کیا تصور آج کل؟

ج: اس دور میں مَے اور ہے' جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
اِن تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مُصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مُصطفوی، خاک میں اس بت کو ملا دے!

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنّتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

س: اسلام نے ملت کا دیا کیا ہے تصور؟

ج: اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم

س: کیا مسلماں پھر کریں قائم خلافت کا نظام؟

ج: تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

س: اب ذرا لادیں سیاست پر کریں رائے زنی؟

ج: جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لا دیں
کنیز اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!
طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

س: اب مسلمانوں کا مستقبل ہے کیا؟

ج: مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

س: حال کیا ہے آج کی مسلم قیادت کا جناب؟

ج: کوئی کارواں سے ٹوٹا' کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرِ کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

خداوندا! ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے سلطانی بھی عیّاری!

میرِ سپاہ ناسزا' لشکریاں شکستہ صف
آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

قوم کیا چیز ہے' قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!

حکمراں مستِ شرابِ عیش و عشرت ہیں اگر
آسماں کی طرح ہوتی ہے ستم پرور زمیں

- بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

ہو اگر قوتِ فرعون کی در پردہ مرید
قوم کے حق میں لعنت وہ کلیم اللّٰہی

خوشا وہ قافلہ، جس کے امیر کی ہے متاع
تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

س: بادشاہ کو بھی گدا کا نام کیوں دیتے ہیں آپ؟

ج: مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

مجلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

س: اشتراکیت کے بارے میں کہیں گے آپ کیا؟

ج: کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار' آشفتہ مغز' آشفتہ مُو

دل کی آزادی شہنشاہی' شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے' دل یا شکم؟

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!
طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

وہ مِلّت روح جس کی لَا سے آگے بڑھ نہیں سکتی
یقیں جانو ہوا لبریز اُس ملت کا پیمانہ

س: امریکیوں کا کیا ہے نیا عالمی نظام؟

ج: وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیّلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو اُس کے کوہ و دمن سے نکال دو

س: مسئلہ ارضِ فلسطیں کا ہے کیا؟

ج: ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پہ حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا

جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ میرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار

○☆○☆○

باب ۷

خودی

س: ہے خودی کا فلسفہ کیا، خود شناسی چیز کیا؟

ج: اے کہ غلامی سے ہے روح تیری مضمحل
سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

تجھے گُر، فقر و شاہی کا بتا دوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

۔ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی!
تری زندگی اِسی سے، تری آبرو اِسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے ورنہ
گُہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں

کسے نہیں ہے تمنائے سروری، لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

تُو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا ہو تو بھی آستانہ

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی تو بے لذتِ نیاز نہیں

رائی زورِ خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تُو، رہرو بھی تُو، رہبر بھی تُو، منزل بھی تو

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تو

دیکھ آ کر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی!
قیس تُو، لیلیٰ بھی تُو، صحرا بھی تُو، محمل بھی تو

وائے نادانی! کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مَے بھی تُو، مِینا بھی تُو، ساقی بھی تُو، محفل بھی تو

فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اِس آئینے میں اپنی ادا تو نے

خودی سے اِس طلسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

ترے بلند مناصب کی خیر ہو، یا رب!!
کہ ان کے واسطے تُو نے کیا خودی کو ہلاک

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی' مانندِ فولاد!

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریلؒ
اگر ہو عشق سے محکم تو صُورِ اسرافیلؒ



باب ۸
تہذیب مغرب

س: مغربی تہذیب پر کچھ تبصرہ فرمایئے؟

ج: تدبّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیشِ جہاں کا دوام
وائے تمنائے خام، وائے تمنائے خام

پیرِ میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ
سُست بنیاد بھی ہے، آئنہ دیوار بھی ہے

سوالِ مَے نہ کروں ساقیٔ فرنگ سے میں
کہ یہ طریقۂ رندانِ پاکباز نہیں

ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جواں مرگ
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولّی

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

بُرا نہ مان' ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی' خرد کی معموری!

گرچہ ہے دلکشا بہت' حسنِ فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال' دانہ و دام سے گزر!

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھُوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

نئی تہذیب تکلّف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجتِ گلگونہ فروش!

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار و سخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے

زہراب ہے اُس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنرمند

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی برّاقی

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری!

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لبِ گور!

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بیباک!

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش!

اہلِ نظر ہیں یورپ سے نومید
ان اُمّتوں کے باطن نہیں پاک

صیّادِ معانی کو یورپ سے ہے نومیدی
دلکش ہے فضا، لیکن بے نافہ تمام آہو!

سرور و سوز میں ناپائیدار ہے، ورنہ
مئے فرنگ کا تہ جرعہ بھی نہیں ناصاف!

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سُرور اوّل، دیتے ہیں شراب آخر

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں مَیں
کہ مَیں اِس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہَوسناکی

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے لَا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلَّا
دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بہت نیچے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا برکاب

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات!
رعنائیٔ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات!
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوُا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات!
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات؟
جو قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بُتر ہے بے یقینی

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے!



باب ۹

شاہین

س: آپ کے شاہین میں ہے کیا کمال؟

ج: تُو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد!

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلّت ہے کارِ آشیاں بندی

پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی



باب ۱۰

مردِ مومن

س: آپ کی رائے میں کیا ہیں مردِ مومن کی صفات؟

ج: نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

مِٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اُس کی اذانوں سے فاش سِرِّ کلیمؑ و خلیلؑ!

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گُم اُس میں ہیں آفاق!

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کُشا، کار ساز

ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
مَیں بندۂ مومن ہوں نہیں دانۂ اِسپند

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

اُس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے! وہ صاحبِ آفاق!

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیرِ مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اُس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن



باب ۱۱
دعوت و تبلیغ

س: دعوت و تبلیغ کے بارے میں کچھ فرمایئے؟

ج: اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں
سمجھے گا نہ تُو جب تک بے رنگ نہ ہو اِدراک

اندھیری شب ہے جُدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لئے ہے مرا شعلۂ نوا قندیل!

یہ بندگی خدائی' وہ بندگی گدائی
یا بندۂ خدا بن' یا بندۂ زمانہ

عشق بُتاں سے ہاتھ اُٹھا' اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ کر تلف!

عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لَے تو حجازی ہے مری

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں!

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی!

مَیں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا

نہ تُو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تُو نہیں جہاں کے لئے
مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لئے ہے، نہ آشیاں کے لئے

شعلہ بن کر پھُونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

اِک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند

مَیں کہ مری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی



باب ۱۲
تعلیم و تربیت

س: کیسا ہے درسِ نظامی، کیسی تعلیم جدید؟

ج: شکایت ہے مجھے یا ربِ خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

هٹی سے کھیلنے

شیخِ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ، کیا مدرسے والوں کی تگ و دو
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ

وہ علم نہیں زہر ہے اَحرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کفِ جَو

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی!

مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

مکتبوں میں کہیں رعنائیِ اَفکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذّتِ اَسرار بھی ہے

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُسے پھیر!
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر!

یہ بُتانِ عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آزرانہ

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رَمِ آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بُوئے گُل کا سراغ



باب ۱۴
تصوف

س: کیا تصوف پر بھی فرمائیں گے اظہارِ خیال؟

ج: مَیں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

"قُم بِاِذنِ اللہ" کہہ سکتے تھے جو' رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

ممکن نہیں تخلیقِ خودی خانقہوں سے
اِس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا!

تیری طبیعت ہے اور' تیرا زمانہ ہے اور
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دل گیری

یہ معاملے ہیں نازک' جو تری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

اُٹھا مَیں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت' نہ معرفت نہ نگاہ

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خونِ دلِ شیراں ہو جس فقر کی دستاویز

مکتبوں میں کہیں رعنائیٔ افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذّتِ اَسرار بھی ہے؟

مرا سبُوچہ غنیمت ہے اِس زمانے میں
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدُو

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!
میراث میں آئی ہے انھیں مَسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن!

یہ ہماری سعیٔ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملّا ملوکیت کے بندے ہیں تمام!
طبعِ مشرق کے لئے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ "قوّالی" سے کچھ کمتر نہیں "علمِ کلام"

ہے وہی شعر و تصوف اُس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اُس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

مریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق!

حلقۂ صوفی میں ذکرؔ بے نم و بے سوز و ساز
میں بھی رہا تشنہ کامؔ تو بھی رہا تشنہ کام

خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے سلطانی بھی عیّاری



باب ۱۴
فقر و درویشی

س: فقر کیا ہے اور کیا شانِ فقر؟

ج: مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ!

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دِلّی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسدُ اللّٰہی

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسّر تونگری سے نہیں

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ ' فقرِ بوذرؓ ' صدقِ سلمانیؓ

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

نہ ایراں میں رہے باقی' نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

تری خاک میں ہے اگر شرر' تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر' ہے مدارِ قوّتِ حیدری

مَیں ایسے فقر سے اے اہلِ حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

آہ! کہ کھویا گیا، تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر' سلطنتِ روم و شام

مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی!

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ



باب ۱۵

اخلاقیات

س: ہے جن کا شیوہ حق گوئی وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

ج: آئینِ جواں مرداں' حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند

س: کون سے ہیں لوگ دنیا میں بھلے؟

ج: ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

س: کیا ہے غیرت چیز' کیا اس کا مقام؟

ج: غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

س: قناعت اور استغنا کی خوبی سے ہے کیا حاصل؟

ج: نہ ڈھونڈ اِس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا مَیں نے اِستغنا میں معراجِ مسلمانی

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو اِستغنا

س: حضرتِ اقبال! صحبت کا اثر ہوتا ہے کیا؟

ج: صحبتِ اہل صفا' نور و حضور و سرور
سر خوش و پرسوز ہے لالہ لبِ آبجو!

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

س: اور بھی اخلاق کی تعلیم دیں؟

ج: دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں' طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا' نہ شکایتِ زمانہ

بے لوث محبت ہو' بیباک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر' دل صورتِ مینا دے

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانۂ اسپند

مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دُکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو

ایک بھی پتّی اگر کم ہو تو وہ گُل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری



باب ۱۶

متفرقات

دل

س: دل کے بارے میں بھی کچھ اِرشاد ہو؟

ج: صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول!

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرمانروا کے سامنے بیباک ہے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

۔ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں' طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

دلِ بیدار فاروقی' دلِ بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری' نہ میری ضرب ہے کاری

دل اگر اِس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نِگہ توڑ دے آئنۂ مہر و ماہ!

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے' جو روح کو تڑپا دے

اِس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

فلسفہ

س: فلسفے کی کیا حقیقت ہے جناب؟

ج: انجامِ خرد ہے بے حضوری
ہے فلسفہ زندگی سے دُوری

نہ فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت! وہ اندیشہ و نظر کا فساد

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے!

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رُوبرو!

علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب گرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق!

تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور
ازل سے اہلِ خرد کا مقام ہے اُعراف!

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گِلہ ہو تجھ سے تو نہ رہ نشیں، نہ راہی

عقل گو آستاں سے دُور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے!

خرد مندوں سے کیا پُوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
کہ مَیں اِس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

عقل و عشق

س: آپ کے نزدیک کیا ہے فرق عقل و عشق میں؟

ج: بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

عقل و دل و نگاہ کا مُرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف

خرد نے کہہ بھی دیا لَا اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

عقل عیّار ہے سَو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیٔ شوق
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں

مشامِ تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری!

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

مقامِ عقل سے آساں گزر گیا اقبال
مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

تازہ مرے ضمیر پر معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰؐ عقل تمام بولہب

راہ محبت کا ساتھی

س: کوئی ساتھی بھی ملتا ہے رہِ عشق و محبت میں؟

ج: راہِ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ میرے رہ گئی ایک میری آرزو

قسمت و تقدیر

س: قسمت و تقدیر کے بارے میں کچھ فرمایئے؟

ج: خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

تُو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے تُو، تابعِ ستارہ نہیں

غلامی اور آزادی

س: غلامی اور آزادی کے بارے میں بھی فرمائیں؟

ج: آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منوّر
محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

غلامی میں نہ کام آتی ہے شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم
اہلِ سجادہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام

اس میں پیری کی کرامت ہے نہ میری کا ہے زور
سینکڑوں صدیوں سے خُوگر ہیں غلامی کے عوام
خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام!

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تُو
مجھ کو تو گِلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

تھا جو "ناخوب" بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

جہاد

س: ہے آپ کا جہاد کے بارے میں کیا خیال؟

ج: شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات!

رِشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

رہی ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نَیستاں کے واسطے پیدا

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اِس کی حسینؓ ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کُند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

شعر و شاعری

س: آپ کی رائے ہے کیا شعر و ادب کے باب میں؟

ج: ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!

اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب

نہ جدا رہے نوا گر تب و تابِ زندگی سے
کہ ہلاکِ اُمم ہے یہ طریقِ نے نوازی

شاعر کی نوا ہو کہ مُغنّی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رُوبرو

جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہ شاعرِ رنگیں نوا میں ہے جادوٗ!

افسردہ اگر اُس کی نوا سے ہو گلستاں
بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغ سحر خیز!

عزیز تر ہے متاع امیر و سلطاں سے
وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز و برّاقی!

شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری
ہوتی ہے اُس کے فیض سے مزرع زندگی ہری
شانِ خلیل ہوتی ہے اُس کے کلام سے عیاں
کرتی ہے اُس کی قوم جب اپنا شعار آزری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیٔ دوام ہے
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخن وری
گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریلؑ ہے یا بانگِ سرافیلؑ

عورت

س: آپ کی رائے میں کیا ہے صنفِ نازک کا مقام؟

ج: وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرتِ انساں کے لئے اُس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اِس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اُس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

میں بھی مظلومیٔ نسواں سے ہوں غمناک بہت
نہیں ممکن مگر اِس عقدۂ مشکل کی کشود

جوہرِ مرد عیاں ہوتی ہے بے منتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود

ہجر و وصال

س: ہے فلسفہ جناب کیا ہجر و وصال کا؟

ج: فریب خوردۂ منزل ہے کارواں ورنہ
زیادہ راحتِ منزل سے ہے نشاطِ رحیل

عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو' ہجر میں لذتِ طلب
گرمیٔ آرزو فراق' شورشِ ہائے و ہُو فراق
موج کی جستجو فراق' قطرے کی آبرو فراق

تعمیر جہاں

س: اصل میں کس چیز سے ہوتی ہے تعمیر جہاں؟

ج: جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

جدیدیّت و قدامت

س: مختلف ہے کیا جدیدیّت قدامت سے جناب؟

ج: زمانہ ایک' حیات ایک' کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصّۂ جدید و قدیم

آزادیٔ افکار

س: فکر کی بے قید آزادی ہے کیا؟

ج: اُس قوم میں ہے شوخیٔ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے اَفراد ہوں ہر بند سے آزاد!

گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے اِبلیس کی ایجاد!

آزادیٔ افکار سے ہے اُن کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبّر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

---

www.KitaboSunnat.com

قادیانیت

س: قادیانیت کے بارے میں بھی کچھ فرمایئے؟

ج: وہ نبوّت ہے مسلماں کے لئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید
"ہے جہاد اِس دور میں مردِ مسلماں پر حرام"

رقص

س: رقص کے بارے میں کچھ ارشاد ہو؟

ج: چھوڑ یورپ کے لئے رقصِ بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللّٰھی
صِلہ اُس رقص کا ہے تشنگیٔ کام و دہن
صِلہ اِس رقص کا درویشی و شاہنشاہی

ڈرامہ

س: کیا ڈرامے کا بھی شخصیت پہ پڑتا ہے اثر؟

ج: یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تُو نہ رہے
رہا نہ تُو تو نہ سوزِ خودی' نہ سازِ حیات

پنجابی مسلمان

س: یہ بتائیں کیا ہے پنجابی مسلماں کا مزاج؟

ج: مذہب میں بہت تازہ پسند اُس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیّاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اُترتا ہے بہت جلد

کشمیر

س: خطۂ کشمیر کے بارے میں کچھ فرمایئے؟

ج: آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینۂ افلاک سے اُٹھتی ہے آہِ سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردئ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر
آہ! یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

سبق آموز واقعہ

س: واقعہ کوئی سنائیں جو سبق آموز ہو؟

ج: کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا مُعرّی
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات
اِک دوست نے بھُونا ہوا تیتر اُسے بھیجا
شاید کہ وہ شاطر اِسی ترکیب سے ہو مات
یہ خوانِ تر و تازہ معرّی نے جو دیکھا
کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزُومات

اے مُرغکِ بیچارہ ذرا یہ تو بتا تُو
تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات؟
افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات!
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

بچوں کی دعا

س: آپ نے لکھی ہے بچوں کے لئے کوئی دعا؟

ج: لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے
ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یا رب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا
مرے اللہ! برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

مسلم کی دعا

س: آپ نے کوئی دعا لکھی مسلماں کے لئے؟

ج: یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ مَیں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اِس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اِس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اِس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہم دوشِ ثریّا کر
خود داریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے
مَیں بلبلِ نالاں ہوں اِک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے!

مِلّی ترانہ

س: کون سا ہم کو ترانہ مل کے گانا چاہیے؟

ج: چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سَیلِ رواں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا

اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

اے موجِ دجلہ! تُو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

اے ارضِ پاک! تیری حُرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اِس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا



باب ۱۷

اقبال کا پیغام

س: آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے انساں کے نام؟

ج: یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندۂ خدا بن، یا بندۂ زمانہ

اندھیری شب ہے جُدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لئے ہے مرا شعلۂ نوا قندیل!

عشقِ بُتاں سے ہاتھ اُٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش ولیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار



فرہنگ

(الف)

آب: پانی۔ چمک دمک

آبجو: ندی یا نہر کا پانی۔ ندی۔ نہر

آب روان کبیر: دریائے کبیر کا بہتا ہوا پانی

آبگینہ: آئینہ۔ شیشہ

آب و گل: پانی اور مٹی

آتش: آگ

آشکارا: ظاہر۔ سامنے

آشفتہ: پریشاں

آفاق: افق کی جمع۔ دنیا۔ کائنات

آلودگی: گندگی۔ ناپاکی

آہو: ہرن

ابلہ: بیوقوف

اجل: موت

احتساب: حساب لینا۔ نگرانی کرنا

اَحرار: حر کی جمع۔ آزاد

ادراک: سمجھ۔ فہم

ازل: ابتدا۔ ہمیشہ

اِستبداد: ظلم و زیادتی

استقبال: مستقبل

اِستغنا: بے پروا ہونا۔ بے نیازی

اسد اللّٰہی: اللہ کا شیر ہونا۔ بہادری

اَسرار: سر کی جمع۔ راز۔ بھید

اِسرافیلؑ: ایک فرشتے کا نام جو قیامت کے دن صور پھونکے گا

اَسلاف: سلف کی جمع۔ پہلے بزرگان دین

اَصل کا: نسل کا

اَعراف: جنت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔ شک اور یقین کی درمیانی حالت

اِغماض: چشم پوشی کرنا۔ اعراض کرنا

اَغیار: غیر کی جمع۔ پرائے۔ دشمن

اُفتاد: گرنا۔ مصیبت

افرنگ: یورپ۔ مغرب۔ مغربی ممالک

افرنگی: یورپی۔ مغربی ممالک کا

افلاک: فلک کی جمع۔ آسمان

اکسیر: سونا

اِلّا: اِلّا اللہ کا مخفف۔ مگر اللہ۔ اللہ کو ماننا

الحذر: خبردار۔ بچ جاؤ

الکتاب: خاص کتاب۔ قرآن مجید

الوندی: الوند نامی پہاڑ کا

الٰہیات: اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں علم و فلسفہ

امامت: قیادت و رہنمائی

اُمم: امت کی جمع۔ امتیں۔ قومیں

اُمومت: ماں ہونا۔ ماں بننا

امیرِ عساکر: فوجوں کا سپہ سالار۔ کمانڈر

انجم: ستارہ

انجم شناس: ستارہ شناس۔ نجومی

اندوہ: غم

اندیشہ: فکر

اہلِ کلیسا: گرجے والے۔ عیسائی لوگ

ایاز: محمود غزنوی کے ایک غلام کا نام

(ب)

باد: ہوا

بادِ بہار: بہار کی ہوا

بادِ صبح گاہی: صبح کے وقت کی ہوا

بادۂ ناب: خالص شراب

بادیہ پیمائی: جنگلوں میں پھرنا

باراں: بارش

باطن: اندرون۔ دل۔ پوشیدہ

بام: چھت

بانگِ درا: گھنٹی کی آواز۔ علامہ اقبالؒ کے پہلے اردو مجموعۂ کلام کا نام

بتانِ آزری: آزر کے بت

بتر: بدتر کا مخفف۔ بہت برا

براقی: چمک دمک

بربط: سارنگی۔ عود۔ ایک ساز کا نام

برگِ حشیش: بھنگ کی بوٹی۔ نشہ آور چیز

بریشم: ریشم

بزم: محفل۔ مجلس

بسطامی: مشہور صوفی بزرگ بایزید بسطامیؒ

بسیرا: ٹھہرنا۔ رات کو ٹھہرنے کی جگہ۔ رات ٹھہرنا۔ مکان

بن: جنگل۔ ویرانہ

بیشہ: جنگل

بیکراں: جس کا کوئی کنارا نہ ہو۔ بے پایاں

بے کنار: جس کا کوئی کنارا نہ ہو۔ بے پایاں

بے لوث: مخلص۔ بے غرض۔ بغیر مفاد حاصل کیے

بیم: ڈر۔ خوف

بینا: آنکھوں والا۔ دیکھنے والا

بے نافہ: بغیر مشک کی تھیلی کے۔ بغیر خوشبو کی تھیلی کے

بے نقابی: ظاہر ہونا۔ بے پردہ ہونا

بے ہمتا: بے مثل۔ جس جیسا کوئی نہ ہو

(پ)

پا برکاب: رخصت ہونے والا۔ جلد ختم ہونے والا۔ ناپائیدار۔ فانی

پاپی: گناہ گار۔ خطاکار

پارینہ: پرانا

پاژند: پارسیوں کی مقدس کتاب۔ ژند کی تفسیر

پاسباں: حفاظت کرنے والا۔ محافظ
پائے کوب: رواں دواں۔ چلنے پھرنے والا
پربت: پہاڑ
پرکار: چالاک۔ عیار
پرنیاں: ریشمی کپڑا
پسر: بیٹا۔ لڑکا۔ فرزند
پندار: غرور۔ گھمنڈ
پیکار: جنگ۔ لڑائی
پیمانہ: شراب کا پیالہ
پنپنے: ترقی کرنے
پیوستہ: جڑا ہوا
پیہم: ہمیشہ۔ مسلسل۔ لگاتار

(ت)

تازیانہ: کوڑا۔ چابک
تاویل: غلط تشریح۔ تشریح
تب و تاب: چمک دمک
تذرواں: ایک خوبصورت اور خوش رفتار جنگلی پرندہ
تراشیدہ: تراشا گیا۔ گھڑا گیا
تربت: قبر
تشنہ کام: پیاسا
تصرف: قبضہ
تعزیریں: سزائیں
تغافل: غفلت۔ بے التفاتی۔ بے پروائی
تفاوت: فرق۔ امتیاز
تفنگ: توپ
تکلم: بولنا۔ گفتگو کرنا
تگ و دو: دوڑ دھوپ۔ کوشش
تلاطم ہائے دریا: سمندر کی موجوں کے تھپیڑے
تلخ نوائی: ناگوار گانا۔ کڑوی نصیحت
تمثیل: ڈرامہ۔ مثال
تونگری: امیری۔ دولت مند ہونا
تہ جرعہ: شراب کی تلچھٹ
تہذیب نوی: نئی تہذیب
تہی آغوش: خالی گود۔ خالی جھولی
تیرہ: تاریک
تیغ: تلوار

(ث)

ثابت: ساکن۔ جامد۔ بے عمل
ثبات: سکون۔ جمود۔ ٹھہراؤ۔ قائم رہنا
ثمر: پھل۔ انجام

(ج)

جادہ پیما: راستے پر چلنے والا

جدت: نیاپن۔ ندرت
جذب: کشش
جستجو: تلاش
جلوت: خلوت کی ضد۔ محفل۔ مجمع
جلیل: بلند مرتبہ۔ بڑا
جم: جمشید کا مخفف۔ ایران کے ایک بادشاہ کا نام
جنوں: پاگل پن۔ دیوانگی۔ عشق
جمادات: پتھر وغیرہ بے جان اشیاء
جمشید: ایران کے ایک بادشاہ کا نام
جنیدؒ: مشہور صوفی بزرگ حضرت جنید بغدادیؒ
جُو' جوئے: ندی۔ نہر
جُوئے شیر: دودھ کی نہر

(چ)

چرب دست: تیز ہاتھ والا۔ محنتی۔ جفاکش
چنگ: ستار کی طرح کا ساز
چنگیزی: چنگیز ہونا۔ خونریزی کرنا۔ ظلم و زیادتی
چیرہ دستاں: زیادتی کرنے والے

(ح)

حاصل: نتیجہ۔ پھل
حامل: رکھنے والا۔ اٹھانے والا
حباب: پانی کا بلبلا
حجاب: پردہ
حجازی: حجاز سے منسوب۔ عربی
حُر: آزاد
حرم: کعبہ۔ مسجد
حریر: ریشم۔ ریشمی لباس
حصار: قلعہ۔ فصیل
حضر: سفر کی ضد۔ مقیم ہونا
حکیم: فلسفی۔ دانا
حلّاج: منصور حلّاج۔ ایک صوفی کا نام
حِنا: مہندی
حوالی: اردگرد۔ مضافات

(خ)

خارا شگاف: پتھر توڑنے والا
خاشاک: تنکا
خاقان: سلطان۔ ترکستان کے بادشاہوں کا لقب
خاکبازی: مٹی سے کھیلنا
خامشی: خاموشی
خامہ: قلم
ختم الرسل: آخری رسولؐ۔ حضرت محمد

صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

خداوندانِ مکتب: مدرسے کے منتظمین

خراج: ٹیکس

خرد: عقل

خرم: خوش

خس و خاشاک: تنکے۔ گھاس پھونس

خشت: اینٹ

خفتہ: سویا ہوا

خلوت: تنہائی

خم: مٹکا۔ شراب۔ شراب کا مٹکا

خندہ زن: ہنسنے والا۔ مذاق اڑانے والا

خو: عادت

خوابیدہ: سویا ہوا

خواجگی: آقائی۔ آقا ہونا۔ حاکم و مالک ہونا

خورشید: سورج

خوش اندیشہ: اچھی سوچ رکھنے والا

خوشہ: سٹا۔ دانے

خوگر: عادی

خیرہ: تاریک۔ آنکھوں کو چندھیا دینا

(د)

دارا: ایران کے بادشاہ کا نام

دارالشفا: ہسپتال

دام: جال

دانہء اسپند: ایک قسم کا بیج جو آگ پر ڈالنے سے چٹختا ہے

دروں: اندر

دست وحشت: پریشان اور بے چین ہاتھ

دماوند: ایران کا ایک پہاڑ جو ہمدان کے قریب واقع ہے

دنیائے دوں: حقیر دنیا

دوام: ہمیشگی۔ تسلسل۔ ہمیشہ ہونا

دو کفِ جَو: دو مٹھی جو۔ حقیر شے

دہر: زمانہ۔ دنیا

دہقان: کسان۔ کاشتکار

دیدہ: آنکھ

دیدۂ بینا: دیکھنے والی آنکھ

دیدہ ور: دانا۔ صاحب بصیرت

دیر گیر: دیر سے پکڑنے والا

دیرینہ: پرانا۔ قدیم

(ذ)

ذوق: شوق۔ دلچسپی

(ر)

رازی: امام فخرالدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ)

راہبی: راہب بننا۔ دنیا چھوڑ دینا۔ ترک

دنیا۔ رہبانیت

رائی: ایک قسم کی سرسوں۔ کم مقدار چیز

رباب: سارنگی

رحیل: چلنا

رختِ سفر: سفر کا سامان۔ زادِ راہ

رزم: جنگ۔ میدانِ جنگ

رست خیز: کشمکش۔ لڑائی

رِشی: دیوتا۔ بھوک ہڑتال کرنے والے گاندھی جی

رفتہ: گزرا ہوا

رفعت: بلندی

رقابت: رقیب ہونا۔ دشمنی

رَم: بھاگنا۔ دوڑنا

رَمِ آہو: ہرن کا بھاگنا دوڑنا

رند: شرابی۔ مست

رو: چہرہ

روباہی: لومڑی جیسا کردار۔ بزدلی۔ خوشامد۔ چالاکی۔ عیاری

روزن: سوراخ۔ روشن دان

رومی: مولانا جلال الدین رومی۔ پیرِ روم۔ مرشدِ رومی

ریا: دکھاوا۔ ریاکاری

ریاض: روضہ کی جمع۔ باغ

ریزہ کاری: چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر نگینہ بنا لینا

ریشہ ہائے دل: دل کی رگیں

ریگ: ریت

(ز)

زاغ: کوا

زجاج: شیشہ

زخمہ ور: ستار بجانے والا

زد: نشانہ

زر: سونا۔ دولت

زمامِ کار: کام کی باگ ڈور۔ اختیارِ اعلیٰ

زمرہ: گروہ۔ جماعت

زمستانی: زمستان کی۔ موسم سرما کی۔ سرد

زناری: کافری۔ کافر ہونا

زندیقی: کفر۔ بے دینی۔ الحاد

زہراب: زہر آلود پانی۔ وہ پانی جس میں زہر ملا ہوا ہو

زہرِ ہلاہل: وہ زہر جو ہلاک کر دینے والا ہو

زیبا: اچھا۔ خوبصورت۔ مناسب

زیبِ گلو: گلے کی زینت

زیرِ دام: جال کے نیچے

زیرِ فلک: آسمان کے نیچے

(س)

ساغر: پیالہ۔ شراب کا پیالہ۔ جام
سالار: سردار۔ رہنما
سان: دھار تیز کرنے کا پتھر
سائل: سوالی۔ مانگنے والا
سُبل: سبیل کی جمع۔ راستے
سبوّچہ: شراب کا چھوٹا برتن
سپاہ: لشکر
ستم کشِ انتظار: انتظار کی تکلیف اٹھانے والا۔ منتظر
سَحاب: بادل
سحر خیزی: صبح سویرے اٹھنا
سخن داں: شعر جاننے والا۔ شاعر
سخن ور: شاعر
سرِ راہ گزار: راستے پر۔ سر راہ
سرنوشت: کہانی۔ داستان
سروِ کنارِ جوّ: سرو کا درخت جو نہر کے کنارے پر ہو
سرود: گانا۔ نغمہ۔ راگ
سروش: فرشتہ
سفال: مٹی
سفینہ: کشتی
سَلاسِل: سلسلہ کی جمع۔ زنجیریں
سلمانی: سلمان فارسیؓ کا کردار۔ حضرت سلمان فارسیؓ صحابی سے منسوب
ساوی: آسمانی
سنان: نیزہ
سنجر: سلطان سنجر۔ ایک بادشاہ کا نام
سنگ: پتھر
سنگ خارا: نیلگوں سخت پتھر
سود و زیاں: نفع اور نقصان
سومناتی: سومنات سے تعلق رکھنے والا۔ ہندو
سوئے حرم: حرم کی طرف۔ کعبے کی طرف
سیل: سیلاب
سیم: چاندی
سیماب پا: بے چین۔ بے قرار۔ ایک جگہ نہ ٹھہرنے والا

(ش)

شاخِ تاک: انگور کی ٹہنی
شاطر: چالاک۔ شطرنج کھیلنے والا
شان کئی: شاہانہ شان و شوکت
شاہدِ عادل: معتبر گواہ
شباب: جوانی
شبانی: بھیڑ بکریاں چرانا۔ گلہ بانی
شبستان: بادشاہوں کی خواب گاہ۔ شب کی انجمن

شبیری: شبیر کا کردار۔ حضرت حسینؓ کا کردار

شرار: شرر۔ چنگاری

شرر فشاں: چنگاریاں پھینکنے والا

شعلہ بار: شعلے مارنے والا

شعوب: برادریاں۔ قبیلے۔ ذاتیں

شکر خند: مسکراہٹ۔ دلکش مسکراہٹ

شکستہ: ٹوٹا ہوا

شکم: پیٹ

شگفتہ دماغ: خوش طبع۔ ذہین۔ زندہ دل

شمشیر: تلوار

شمشیرِ بے زنہار: وہ تلوار جس کی زد سے بچنا مشکل ہو۔ وہ تلوار جس سے پناہ مانگی جائے۔

شورشِ محشر: حشر کا ہنگامہ۔ قیامت کا شور اور ہنگامہ

(ص)

صاحبِ کشاف: مشہور عربی تفسیر کشاف کا مصنف جس کا نام جار اللہ محمود زمخشری تھا

صدد: تلاش۔ جستجو

صدقِ مقال: سچ بولنا

صغیر: چھوٹا

صفاہاں: ایران کا مشہور شہر۔ اصفہان

صناعی: کاریگری

صنم: بت

صہبا: شراب۔ سرخ شراب

صیاد: شکاری

(ط)

طاؤس: مور۔ مور کی شکل کا باجا

طاہا (طٰہٰ): قرآن مجید کی ایک سورت کا نام

طائرک: چھوٹا پرندہ۔ چھوٹی چڑیا

طائرِ لاہوتی: عالم بالا کا پرندہ

طریق: طریقہ

طلسم: جادو

(ظ)

ظریف: خوش طبع

(ع)

عراق: ایک ساز کا نام۔ ایک اسلامی ملک کا نام

عرقِ انفعال: شرمندگی کا پسینہ

عزلت: تنہائی

عصر: زمانہ

عفیف: پاک۔ پاکیزہ

عقدہ: گرہ۔ گانٹھ

عہدِ رفتہ: گزرا ہوا زمانہ

عیاری: چالاکی

(غ)

غارت گرِ باطل: باطل کو تباہ کرنے والا

غازہ: پوڈر۔ سرخی پوڈر

غزالہ: ہرن

غزل خواں: غزل کہنے والا۔ غزل پڑھنے والا

غزل سرا: غزل گانے والا۔ شاعر

غمزہ: ناز نخرا

غنچہ: کلی

غلغلہ: شور و غوغا

غواص: غوطہ زن۔ غوطہ لگانے والا

(ف)

فاران: ایک پہاڑ کا نام جو عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں واقع ہے

فاروقی: حضرت عمرؓ کا کردار

فتح باب: دروازہ کھولنا۔ کامیاب ہونا

فراخی: کشادگی۔ وسعت۔ پھیلاؤ

فراز: بلندی۔ اونچائی

فردا: آنے والا کل

فرطِ طرب: خوشی کا جوش۔ زیادہ خوش ہونا

فرقان: قرآن مجید کا ایک صفاتی نام۔ حق و باطل میں فرق کرنے والا

فرنگ: یورپ۔ مغرب۔ مغربی ممالک

فرنگی: یورپی۔ مغربی ممالک کا باشندہ

فروغ: ترقی۔ روشنی

فسوں: جادو

فصیل: شہر کے ارد گرد حفاظتی دیوار

فغانِ نیم شبی: آدھی رات کے وقت کی آہ و فغاں

فغفور: چینی بادشاہوں کا لقب

فلک: آسمان

فیضانِ سماوی: آسمانی فیض و برکت

فیل: ہاتھی

(ق)

قاضی الحاجات: حاجتیں پوری کرنے والا

قبا: لمبی قمیض۔ لباس

قصاص: بدلہ۔ قتل کے بدلے میں قتل کرنا

قصر: محل

قفس: پنجرہ

قلندر: اس دنیا سے آزاد آدمی

قُم بِاِذنِ اللہ: اللہ کے حکم سے اُٹھ۔ مردے

کو زندہ کر دینے کی کرامت

قند: شیرینی۔ میٹھا شیرہ

قندیل: دیا۔ چراغ۔ فانوس

قندیلِ رہبانی: راہب کا دیا۔ راہب کا چراغ

قیس: مجنوں۔ مجنوں کا اصل نام

قیصری: رومی بادشاہ کی۔ قیصر سے منسوب

(ک)

کارزار: جنگ۔ لڑائی

کارگہء شیشہ گراں: شیشہ یا آئینہ بنانے والوں کا کارخانہ

کارواں: قافلہ

کاشانہ: محل

کام ودہن: تالو اور منہ۔ گلا اور منہ

کبر: تکبر

کبریا: بڑائی والا۔ اللہ تعالیٰ

کبریت: گندھک۔ چقماق۔ دیا سلائی

کبود: نیلا

کٹیا: جھونپڑی

کد: چڑ۔ ضد

کدو: وہ بڑا پیالہ جو گول کدو سے بنتا ہے۔ شراب کا پیالہ

کرگس: گدھ

کسک: درد

کِشت: کھیتی

کشتہ: مارا گیا۔ مارا ہوا

کشود: کھولنا۔ حل کرنا

کشور کشائی: ملک فتح کرنا

کلاہ: ٹوپی۔ لمبی ٹوپی۔ تاج شاہی

کلبہ: تنگ جھونپڑی

کلفت: تکلیف

کلیم: کلام کرنے والا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب۔ کلیم اللہ

کلیمی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کردار

کم کوش: سست۔ آرام طلب

کمند: رسی کی سیڑھی

کور ذوق: بدذوق

کوکب: ستارہ۔ تارا

کوہ دماوند: دماوند نامی پہاڑ جو ایران میں واقع ہے

کوہکن: پہاڑ کھودنے والا

کہن: پرانا۔ پرانی

کہنہ: پرانا۔ پرانی

(گ)

گداز: نرمی۔ پگھلاؤ۔ سوز

گردوں: آسمان

گرہ کشا: گرہ کھولنے والا۔ مسئلہ حل کرنے

والا

گریز: بھاگنا

گریزاں: بھاگنے والا

گزرگاہ: راستہ

گل: پھول

گل چیں: پھول توڑنے والا۔ پھول چننے والا

گلستاں: باغ

گلگونہ فروش: سرخ غازہ یا پوڈر بیچنے والا

گلیم: گدڑی

گورکن: قبر کھودنے والا

گوہر: موتی

گہر: موتی

گہوارہ: پنگھوڑا۔ جھولا

گیسو: بال۔ زلف

(ل)

لَا: نہیں۔ نفی۔ لَا اِلٰہ کا مخفف

لَا تَخَفْ: تو نہ خوف کر۔ تو نہ ڈر

لاتی و مناتی: لات اور منات بتوں کی پوجا کرنے والا۔ بت پرست

لادیں: بے دین۔ سیکولر (Secular)

لَا یَحْزَنُوْن: وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ جنتی

لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد: اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا یا نہیں کرے گا

لبِ بام: چھت پر

لبِ گور: قبر کے کنارے۔ موت کے قریب

لحد: قبر

لشکریاں: لشکری کی جمع۔ سپاہی

لغتِ غریب: عجیب لفظ۔ اجنبی اور نامانوس لفظ

لَے: سر۔ دھن

(م)

مات: ہار۔ شکست

ماہی: مچھلی

مجذوبِ فرنگی: یورپی مجذوب آدمی مراد جرمنی کا مشہور فلسفی نیٹشا ہے

محرمِ رازِ درونِ میخانہ: میخانے کے اندر کا راز جاننے والا

محسود: جس کا حسد کیا جائے۔ قابل رشک

محکم: پکا۔ پختہ

محکوم: غلام۔ ماتحت

محمل: اونٹ کا کجاوہ جس میں عورتیں سفر کرتی ہیں

محیط: دریا۔ سمندر۔ دریا کا پاٹ

مدنیت: تہذیب۔ ترقی۔ تمدن

مرغ: پرندہ

مرقد: قبر

مرگ: موت

مرگ مفاجات: اچانک موت۔ ناگہانی موت

مزدکیت: قدیم ایرانی اشتراکیت۔ اشتراکیت

مزرع: کھیتی

مس: تانبا

مسکن: ٹھکانا

مستور: چھپا ہوا

مشام: سونگھنے کی طاقت و صلاحیت

مصاف: میدان جنگ

مضراب: ساز بجانے کا آلہ

مضمحل: کمزور۔ اداس

مطلق: آزاد

معمور: آباد

مغنی: گانے والا

مفسر: تفسیر کرنے والا۔ قرآن مجید کی تشریح کرنے والا

مقید: قیدی

مکافات: بدلہ

مکتب: مدرسہ۔ سکول

ملتِ بیضا: امتِ مسلمہ

ملک الموت: موت کا فرشتہ۔ عزرائیلؑ

ملل: ملت کی جمع قومیں

ملوکیت: بادشاہت۔ شخصی حکومت۔ آمریت

من: دل۔ روح

مناصب: منصب کی جمع۔ عہدے

منعموں: نعمت والوں۔ دولت مندوں

منفعت: فائدہ

منقار: چونچ

مو: بال

مہروماہ: سورج اور چاند

مے لالہ فام: سرخ شراب

مے: شراب

میرِ حجازؐ: حجاز کا سردار۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں

میرِ سپاہ: لشکر کا سردار۔ جرنیل۔ کمانڈر

مینا: شراب کی بوتل

(ن)

ناخدا: ملاح۔ کشتی چلانے والا

ناخوب: برا

ناخوش اندیشہ: غلط سوچ والا۔ بری فکر والا

ناخوش اندیشی: غلط سوچ۔ بری سوچ

ناری: آگ والا، جن مراد ہے

ناسزا: نااہل

ناشکیبائی: بے صبری

نالاں: رونے والا۔ ناراض
نانِ جَویں: جو کی روٹی
نانِ شعیر: جو کی روٹی
نائے (نے): بنسری۔ بانسری
نباتات: روئیدگی۔ گھاس، پودے، درخت وغیرہ
نجیب: شریف۔ شریف النفس
نخچیر: شکار۔ غلام
ندیم: ساتھی۔ مصاحب۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ
نزار: کمزور
نزول کتاب: کتاب کا نازل ہونا۔ قرآن مجید نازل ہونا
نِسواں: عورتیں
نشاط: خوشی۔ مسرت
نشاطِ رحیل: کوچ کرنے کی خوشی۔ روانہ ہونے کی مسرت
نشیمن: ٹھکانا۔ گھونسلا۔ گھر
نصابِ زر و سیم: سونے چاندی کا نصاب
نطق اعرابی: عربوں کی قوت گویائی
نفس: جان۔ سانس
نگوں: اوندھا۔ الٹا۔ نیچے
نگہبانی: حفاظت کرنا
نکہت: خوشبو
نمرود: ایک کافر بادشاہ کا نام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا
نمود: ظہور۔ ظاہر ہونا
ننگِ مسلمانی: مسلمان کے لئے شرم کا باعث
نوائے پریشاں: پریشان آواز۔ بے ربط آواز
نوری: نور والا۔ فرشتہ۔ نیک کردار
نہاد: طبیعت۔ فطرت۔ سرشت
نیستاں: نرکل (سرکنڈے) کے پودوں کا جنگل جو آگ سے جلد بھڑک اٹھتا ہے
نیکر: یورپ کے ایک دریا کا نام
نیم کش: آدھا کھینچا ہوا۔ آدھا نکلا ہوا

(و)

واہی: فضول۔ بیہودہ۔ لغو
وائے: افسوس

(ہ)

ہست و بود: دنیا۔ کائنات۔
ہفتاد و دو: بہتر (۷۲)
ہفتاد و دو ملت: بہتر (۷۲) فرقے
ہفت کشور: سات ملک۔ ساری دنیا
ہم دوش: وہ جن کا ایک دوسرے سے کندھا ملا ہوا ہو۔ برابر
ہم صفیر: ہم آواز۔ ہم زبان

ہم کنار: بغل گیر
ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والا۔ ساتھی

(ی)

یاس: مایوسی۔ ناامیدی
یدِ بیضا: سفید ہاتھ۔ روشن ہاتھ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ
یزداں: خدا۔ اللہ تعالیٰ
یورش: حملہ

○☆○☆○

کتابیات

بانگِ درا' علامہ اقبال' لاہور' ۱۹۷۲ء

بالِ جبریل' علامہ اقبال' لاہور' ۱۹۷۸ء

ضربِ کلیم' علامہ اقبال' لاہور' ۱۹۸۸ء

ارمغانِ حجاز' علامہ اقبال' لاہور' ۱۹۸۸ء

کلیاتِ اقبال اردو' علامہ اقبال' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۹۰ء

فکرِ اقبال' ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸۸ء

روزگارِ فقیر' سید وحید الدین' لاہور' ۱۹۶۳ء

دانائے راز' سید نذیر نیازی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸۸ء

باقیاتِ اقبال' علامہ اقبال' لاہور' ۱۹۵۲ء

نقوشِ اقبال' ابوالحسن علی ندوی' کراچی' ۱۹۷۳ء

اقبال اور عالمی ادب' ڈاکٹر عبدالمغنی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۹۰ء

اقبال کا نظام فن' ڈاکٹر عبدالمغنی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۹۰ء

عروجِ اقبال' ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸۷ء

مطالعہء اقبال' گوہر نوشاہی' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸۳ء

برہانِ اقبال' پروفیسر محمد منور' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸۷ء

میزانِ اقبال' پروفیسر محمد منور' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۹۲ء

ایقانِ اقبال' پروفیسر محمد منور' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸۸ء

ذکرِ اقبال' عبدالمجید سالک' لاہور

اطرافِ اقبال' ڈاکٹر ملک حسن اختر' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۹۲ء

صحیفہء اقبال' یونس جاوید' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸٦ء

اقبال اور اسلامی معاشرہ' الطاف حسین' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۹۱ء

تلمیحاتِ اقبال' سید عابد علی عابد' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸۵ء

شعرِ اقبال' سید عابد علی عابد' لاہور

اقبال' شاعر اور فلسفی' سید وقار عظیم' لاہور' ۱۹٦۸ء

مطالعۂ تلمیحات و اشاراتِ اقبال' ڈاکٹر اکبر حسین قریشی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸٦ء

اقبال اور محبتِ رسول' ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸۸ء

جہانِ اقبال' عبد الرحمٰن طارق

اقبال مجددِ عصر' ڈاکٹر سہیل بخاری' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۹۰ء

مطالعۂ اقبال کے چند نئے رخ' ڈاکٹر سید عبد اللہ' بزم اقبال' لاہور' ۱۹۸۴ء

قندیلِ اقبال' محمد رفیق چودھری' مکتبہ قرآنیات' لاہور' ۱۹۹۳ء

کلیدِ اقبال' محمد یونس حسرت' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' ۱۹۸٦ء



ہماری مطبوعات

قرآن سے ایک انٹرویو	محمد رفیق چودھری
سنت سے ایک انٹرویو	〃 〃 〃
آسان قرآنی عربی	〃 〃 〃
قرآن کے دامن میں	〃 〃 〃
شفاف نعتیں	〃 〃 〃
حضورؐ کی اطاعت	〃 〃 〃
حد رجم	〃 〃 〃
حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے	〃 〃 〃
ایمان اور عقل	مولانا ابوالکلام آزادؒ
خدا کی ہستی	〃 〃 〃
قندیل اقبال	محمد رفیق چودھری
اقبال سے ایک انٹرویو	〃 〃 〃

زیر طبع

فقہ سے ایک انٹرویو	محمد رفیق چودھری
لفظی ترجمہ قرآن	〃 〃 〃
تفسیری ترجمہ قرآن	〃 〃 〃
نغمہ دل (مجموعہ کلام)	〃 〃 〃